تعارف کتب

نام کتاب : پیر حسام الدین راشدی اور انکے علمی کارنامے
مولف : مولانا صباح الدین عبدالرحمن
ناشر : انسٹیٹوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز ، کراچی
صفحات : ۱۱۴
سال اشاعت: ۱۹۸۴ء
قیمت : مجلد ۷۰ روپے ، غیر مجلد ٦٠ روپے

زیر نظر کتاب پیر حسام الدین راشدی مرحوم کے یادگاری خطبات کے سلسلے کا دوسرا خطبہ ہے جو مولانا صباح الدین عبدالرحمن مرحوم سابق ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ نے انسٹیٹوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کراچی میں ۱۹۸۳ء میں دیا تھا ۔ اس سلسلے کا پہلا خطبہ مشہور جرمن مستشرق خاتون اینا میری شمل نے دیا تھا جو پہلے ھی طبع ھو چکا ہے۔ پیر صاحب مرحوم مذکورہ انسٹیٹوٹ کے بانی رکن اور نائب صدر تھے ۔ اس خطبہ میں مولانا مرحوم نے پیر صاحب مرحوم کے علمی کارناموں کا اسطرح احاطہ کیا ہے کہ پیر صاحب کی علمی ادبی اور محققانہ شخصیت اس کو پڑھ کر پوری طرح ابھر کر آ جاتی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے ۱۸ ایسی کتابوں پر مختصر تبصرہ کیا ہے جو پیر صاحب

نے خود لکھی تھیں یا ایڈٹ کی تھی جس سے پیر صاحب کے تحقیقی کام کی صحیح تصویر قاری کے سامنے آ جاتی ہے۔

پیر صاحب نے ہماری قومی زبان اردو کی پاکستان میں نشوونما اور ترقی میں بھی نہایت مفید اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کو ایک فعال ادارہ بنانے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا ۔ اس انجمن کے لئے علمی اور ادبی ذخیروں کی فراھمی، فرھنگ و کتب و جرائد کی تدوین و اشاعت میں بھی انہوں نے اپنے بعض سنجیدہ اور مخلص رفقاء کار کے تعاون سے بیش بہا خدمات انجام دیں ۔ اسی طرح انہوں نے اردو ترقی بورڈ اقبال اکیڈمی ، اردو لغت بورڈ جیسی انجمنوں میں مؤسس یا رکن کی حیثیت سے شرکت کر کے اردو اور ملک کی دوسری مقامی زبانوں خاص طور سے سندھی کے مابین تاریخی رابطہ اور تعلق کی نشاندھی کر کے ان کے باھمی رشتوں کے فروغ کے لئے انتھک کوششیں کیں ۔

پاکستان میں علمی و فنیّ تحقیق کی نشوونما میں پیر صاحب مرحوم کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف نیشنل میوزیم اور نیشنل لائبریری جیسے اداروں کی تشکیل میں بھرپور حصّہ لیا ، بلکہ قدیم دستاویزات ، نوادرات ، آثار قدیم ، کتبہ جات ، تاریخی خطوط ، فرامین اور دوسری تاریخی اسناد کی فراھمی اورانکے تحفظ کیلئے بھی بڑی بیش بہا خدمات انجام دی ھیں ۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے محکمہ آثار قدیمہ ، کتب خانوں اور یونیورسٹیوں کے متعلقہ شعبوں اور دوسرے اداروں کے لئے جامع منصوبوں کی تیاری اور ان کو جامۂ عمل پہنانے کی خاطر ایک نیا جوش ، ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور اس کام کے لئے دستاویزات و مخطوطات اور دیگر نوادرات کی جمع آوری کو عملی بنانے اور کھدائی کے ذریعہ آثار قدیمہ کے جواھر پاروں کے سراغ

لگانے میں براہ راست اور بالواسطہ شرکت کی ، جس سے پاکستان کی تاریخ اور ثقافت کے کچھ نئے افق ابھر کر سامنے آئے ۔

تاریخی نوادرات کی فراهمی کے پیش نظر انھوں نے پاکستان کے علاوہ برصغیر، ایران، افغانستان، ترکی اور وسطی ایشیا (روس) کے اہم مقامات کا تفصیلی دورہ کیا اور وهاں سے نہایت بیش بہا کتبات، مخطوطات اور دوسرے نادر علمی ، ادبی ، تاریخی اور ثقافتی نوادرات کو دریافت کر کے ، تاریخی و ادبی اور ثقافتی کتب کی تدوین کے لئے نہایت مفید مواد فراهم کیا ۔ یہ نوادر نہ صرف تاریخ کی بہت اہم گتھیوں کے سلجھانے میں ممد ثابت ہو سکتے هیں ، بلکہ برصغیر کے مختلف حصوں سے بیرون ملک دوسرے اسلامی مراکز سے تاریخی اور ثقافتی روابط کی نشان دهی اور ان ممالک کے آپس کے رشتوں کی مزید استواری اور استحکام میں بھی مؤثر طور پر مددگار ہو سکتے هیں ۔

پیر صاحب کے علمی اور ادبی کارناموں کی جو فہرست کتاب کے آخر میں دی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گیارہ روز ناموں اور مجلّوں کے مدیر ، معاون مدیر یا رکن مشاورتی بورڈ ، چھ انجمنوں کے بانی رکن ، نو انجمنوں کی مجلس حاکمہ کے رکن ، دس سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے رکن ، انجمن پاک روس دوستی کے صدر، پاک ایران ثقافتی انجمن اور ادارۂ مطالعات ایشیائے مرکزی و غربی کے نائب صدر ، قومی عجائب گھر اور قومی قدیم اسناد(آرکائیوز) کمیٹی کے چیرمین اور چھ جامعات کی سینٹ یا سنڈیکیٹ وغیرہ کے رکن رهے هیں ۔

فاضل مصنف نے ۱۸ ایسی کتابوں پر تبصرہ کیا ہے جو پیر صاحب مرحوم نے لکھی یا ایڈٹ کی هیں ۔ نیز ان کی تحریر کے نمونے اور اس

کی خصوصیات پر بحث کی ہے ۔ پیر صاحب مرحوم قدیم کتابوں کا مطالعہ نگاہ عقیدت کے ساتھ نہیں کرتے ، بلکہ انتقاد اور بصیرت کے ساتھ کرتے ھیں ، بلکہ جہاں ان کی خوبیاں بیان کرتے ھیں ، وھاں ان کی خامیوں کی بھی نشان دھی کرتے ھیں ۔ وہ کتابوں کو ایڈٹ کرتے وقت ھر توضیح طلب مطلب کی وضاحت کے لئے طویل حواشی لکھتے ھیں جن کو لکھنے کے لئے ان کو سینکڑوں بلکہ ھزاروں کتابوں سے معلومات اکٹھا کرنی پڑی ھیں ۔ اسطرح ان کے حواشی مختلف منابع سے جمع شدہ معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ بن جاتے ھیں ۔ گویا ان کے یہاں کتابوں کے ایڈٹ کرنے کا کام تحقیق ، تصحیح ، تنقیح اور تنقید دوش بدوش چلتے ھیں ۔ ان کے علمی کارناموں کی بہترین مثال ان کے تصحیح شدہ مقالات الشعرا، تکملہ مقالات الشعرا، ترخان نامہ، مکلی نامہ، تذکرہ شعرائے کشمیر، تحفۃ الکرام ، ھشت بہشت ، مثنوی مظہر الآثار اور مثنوی مہر و ماہ جمالی دھلوی ھیں ۔

ان کتابوں میں وہ نہ صرف مؤلفین و شعراء و ادباء کے حالات زندگی نادر مآخذ سے اکٹھا کرتے ھیں ، بلکہ سلاطین و امرا و مشائخ کے شجرات ، کتبہ جات ، قطعات تاریخ ولادت و وفات اور دیگر تمام ضروری معلومات نہایت دقت اور کدوکاوش سے بہم پہنچاتے ھیں وہ ایک ماھر آرٹسٹ کی طرح اپنی تالیف و تصنیف و تصحیح شدہ کتاب کو آرٹ کے لحاظ سے بدرجہ اتم مزیّن ومکمّل کرنے کی کوشش کرتے ھیں تاکہ کوئی دیکھنے والا اس میں کوئی خامی نہ نکال سکے ۔ چنانچہ اس کام کو وہ نہایت مہارت ، چابک دستی اور استادی سے انجام دیتے ھیں اور اکثر جگہ اس مشکل مہم کو سر کرنے میں پوری طرح کامیاب نظر آتے ھیں ۔

بعض جگہ ان کے حواشی اصل کتاب کے متن سے کئی گنا زیادہ ہو جاتے ھیں جیسے ,,مکلی نامہ،، کا اصل متن ۹۲ صفحات پر مشتمل

ہے ، جبکه انکے حواشی و اضافات ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ھیں ۔ بعض اوقات انکے یه حواشی اور اضافات اس قدر بڑھ جاتے ھیں که علیحدہ کتاب یا کتابوں کی صورت اختیار کر لیتے ھیں جیسے ,,تذکرہ شعرای کشمیر،، از محمد اصلح میں ۳۰۵ شعراء کا ذکر تھا،لیکن پیر صاحب مرحوم نے اس پر مزید ۳۱۲ شعراء کا نہایت مفید معلومات کے ساتھ اضافه کیا ہے ، جس کے نتیجه میں یه تذکرہ اب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں علامه اقبال کے زمانه تک کے تمام کشمیری شعرائے فارسی کا ذکر اکثر ضروری معلومات اور نمونۂ کلام کے ساتھ آ گیا ہے ۔

اس غیر معمولی محنت اور جان فشانی کا اصل سبب یه ہے که پیر صاحب مرحوم کو لیلائے تحقیق سے والہانه عشق تھا جس کی خاطر وہ قیس وار تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے ۔ اس لحاظ سے ان کے کارنامے ان تمام حضرات کے لئے مشعل راہ ھیں جو تنقید و تحقیق و تصحیح کے خار زار میں قدم رکھنا اور ان دشوار گذار راستوں میں جادہ پیمائی کرنا چاھتے ھیں ۔

مولانا نے کتاب کے ,,تتمه،، میں ایک نہایت ضروری امر کی طرف توجه دلائی ہے جس کا خلاصه یہاں پیش کرنا قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ھوگا ۔ مولانا فرماتے ھیں :

,,مگر ایک چیز کھٹکتی ہے جس کا اظہار کیے بغیر رھا نہیں جاتا که پیر صاحب کی ساری علمی سرگرمیاں سندھ کے ان قیمتی سرمایوں کے سمیٹنے میں صرف ھوئیں جو فارسی زبان میں ھیں، مگر پاکستان میں فارسی سے بڑی بےرغبتی کا اظہار کیا جا رھا ہے ۔ یہاں کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں فارسی پڑھنے والے طلبه دکھائی نہیں دیتے، اگر فارسی زبان اس سرزمین میں بھلا دی گئی تو

یہاں کے لوگ اپنے قیمتی ورثہ سے محروم ہو جائیں گے اور پھر پیر صاحب کے سارے علمی کارنامے نقش و نگار طاق نسیاں ہو جائیں گے .... "

(ص ٦٧ ـ ٦٨)

یہ کتاب مولانا صباح الدین مرحوم کی سوانح نگاری و تحقیق و تنقید کی اعلیٰ اور زندہ مثال ہے جس میں انہوں نے پیر راشدی مرحوم کے ادبی اور تحقیقی کارناموں کا جائزہ نہایت دقیقہ رسی اور دیدہ ریزی سے لیا ہے جو ان کی تحقیقی و تنقیدی سنّت کا خاصّہ ہے۔ امید ہے کہ ہمارے محقق حضرات جو پیر راشدی مرحوم کے کارناموں سے کماحقہ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے۔

علی رضا نقوی